OPEN ACCESS: "*EPISTEMOLOGY*"
eISSN: 2663-5828; pISSN: 2519-6480
Vol.13 Issue 14 December 2023

علمیات اسلام میں وحی کی اساسیت: فکر اقبال کی روشنی میں کلامی مطالعہ

FUNDAMENTALITY OF DIVINE REVELATION IN ISLAMIC EPISTEME: THEOLOGICAL STUDY IN THE LIGHT OF IQBAL'S THOUGHT

Dr. Hafiz Arshid Iqbal
Lecturer, Govt. Khawaja Rafique Shaheed College, Lahore.

Abstract: Among all the sources of knowledge, the primacy of revelation is distinct and well-established as it an authentic, pure and divine. As a prime source of knowledge, it is the touchstone on the basis of which we can evaluate the knowledge acquired through the five senses, intuition and intellect. Revelation is not only a standard base for other sources of knowledge, but it is also the one that refines, naturalizes and consummates those. The most prominent common thing between the first revelation and the last one is knowledge. Adam was given supremacy over the angels only due to knowledge. The first revelation revealed to Prophet Muhammad (PBUH), he was instructed about the significance of knowledge. The three stakeholders in establishing revelation as a divine source of knowledge are Allah Almighty, Prophet Muhammad (PBUH) and the archangel Gabriel. Man, in no way, is the creator of divine knowledge rather he is at the receiving end. In the following pages, the transcendence and pre-eminence of revelation over the other sources of knowledge as well as the features and distinctive characters of both will be explored.

Key words: Source of knowledge, five senses, intuition, revelation, intellect, empiricism, transcendence, pre-eminence

تمہید

زیرِ نظر آرٹیکل میں علم کا لغوی اور اصطلاحی معنی کے ساتھ وحی کی اقسام، وحی کی دیگر ذرائع علم پر فوقیت کو فکرِ اقبال کی روشنی میں زیرِ بحث لایا جائے گا۔ وحی شرعی اللہ تعالی کی طرف سے انبیائے کرام پر نازل ہوتی ہے۔ اسلامی عقیدہ میں وحی سے حاصل ہونے والا علم حتمی اور ابدی ہے۔ جبکہ مابعد طبیعیات کے حوالے سے دیگر ذرائع علوم سے حاصل ہونے والا علم ظنی ہے۔

1- علم کا لغوی معنی

علم کا لغوی معنی اور تعریف کیا ہے' معیاری علم اور واقعی علم میں کیا فرق ہے؟ لغوی معنی کے حوالے سے امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

> ''اَلعِلمُ کسی چیز کی حقیقت کا ادراک کرنا اور یہ دو قسم پر ہے اول یہ کہ کسی چیز کی ذات کا ادراک کرلینا دوم ایک چیز پر کسی صفت کے ساتھ حکم لگانا جو فی الواقع اس کے لیے ثابت ہو یا ایک چیز کی دوسرے چیز سے نفی کرنا جو فی الواقع اس سے منفی ہو۔'' [1]

2- علم کی اصطلاحی تعریف

جہاں تک علم کی تعریف کا تعلق ہے تو اہل علم نے علم کی کئی تعریفات کی ہیں' اشاعرہ کے نزدیک ''علم اس شے کو کہتے ہیں کہ جس سے شے جانی جائے۔'' معتزلہ کے نزدیک ''علم اسے کہتے ہیں جس کے حاصل ہونے سے سکون نفس ہو جائے۔'' فلاسفہ اور بعض اکابرین جو عالم مثال کے قائل ہیں کے نزدیک علم ''اعیان ثابتہ'' کا نام ہے۔ مولانا ایوب دہلوی درج بالا تعریفات پر تنقید کے بعد ایک معیاری تعریف دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک ''علم وہ شے ہے جس کے ذریعہ وجود کو عدم سے تمیز ہو جائے'' اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''جس طرح روشنی میں اشیا نظر آتی ہیں، اسی طرح روشنی بھی روشنی ہی میں نظر آتی ہے، اس کے لیے مزید روشنی کی ضرورت نہیں۔ جس طرح روشنی میں روشنی نظر آتی ہے، اسی طرح اندھیرا بھی اسی روشنی میں نظر آتا ہے۔ جب علم صحیح حاصل ہو جاتا ہے تو علم کا علم بھی ہو جاتا ہے اور جہل کا بھی علم ہو جاتا ہے۔ آنکھ کی روشنی باہر کی روشنی کے تابع ہے۔ اگر باہر کی روشنی نہیں ہو گی تو کوئی شے نظر نہیں آئے گی۔ اسی طرح عقل کو بھی روشنی کی ضرورت ہے اور وہ روشنی نبی اور رسول سے ملے گی۔ جس طرح یہ آنکھ سورج کی روشنی کی محتاج ہے، اسی طرح عقل نبی کی نبوت کی محتاج ہے۔ اور اگر نبوت کی روشنی نہیں ہو گی تو عقل کو کچھ نظر نہیں آئے گا۔ جس طرح آنکھ اندھیرے میں زیادہ سے زیادہ یہ دیکھ سکتی ہے کہ وہ کچھ نہیں دیکھ سکتی، اسی طرح عقل روحانی اندھیرے کو دیکھ سکتی ہے کہ اس کے کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ بتانے والا جب آئے گا تب وہ دیکھے گی اور اس کی سمجھ میں بات آجائے گی۔ تمام

محسوسات ہوں، معقولات ہوں، نسبت ہو، کوئی شے ہو، اس کے نہ ہونے سے تمیز جس شے سے ہو جائے اسی کا نام علم ہے، خواہ وہ روحانی طریقے سے ہو، خواہ عقلی طریقے سے، خواہ حسی طریقے سے ہو، سمعی ذریعہ سے ہو یا باہر سے علم آیا ہو۔ بہر حال جس ذریعے سے شے کے ہونے کو نہ ہونے سے تمیز ہو جائے، اس ذریعہ کا نام علم ہے۔"[2]

3- علم کے ذرائع

علم کی تعریف کے بعد اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ علم کے ذرائع کون سے ہیں اور وحی بطور ذریعہ علم کیسے ممتاز حیثیت کی حامل ہے۔

ا۔ حواس بطورِ ذریعہ علم

ذرائع علم میں ایک ذریعہ علم "حواس" ہے۔ حواس سے مراد وہ پانچ مشہور قوتیں ہیں جنہیں باصرہ سامعہ، لامسہ، شامہ اور ذائقہ کہا جاتا ہے۔ یہی حواس ہمارے علم کا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ یقینی ذریعہ سمجھے جاتے ہیں۔ دنیا سے متعلق جس قدر محسوسات کا ہمیں علم ہے ان سب کی بنیاد یہی حواس ہیں۔ ان ہی کی بنا پر انسان تجربہ اور مشاہدہ کے بعد طبعی قوانین دریافت کر کے اپنے سائنسی علوم کو ترتیب دے سکتے ہیں۔ لیکن حواس اپنی اس وسعت کے باوجود محدود ہیں۔ یہ ہمیں صرف ان اشیا سے متعلق علم فراہم کرتے ہیں جن کا محسوس کیا جانا ممکن ہے۔ لیکن ہر موجود کے لیے ضروری نہیں کہ وہ محسوس بھی ہو۔ حواس کے ذریعے حاصل علم کی حیثیت کیا ہے؟ کیا اِس علم کے ذریعے حقیقت کلیہ تک رسائی ہو سکتی ہے؟ ڈاکٹر برھان احمد فاروقی کا نقطہ نظر ہے کہ حواس سے حقیقت کلیہ کا یقینی ہونا سمجھ نہیں آتا۔ وہ لکھتے ہیں:

> "بخلاف عقلیت کے حسیّت کا دعویٰ ہے کہ فکر نہیں، حواس ہی ذریعۂ علم ہیں۔ جن قضیوں کو "قضایائے کلیہ" (Universal Propositions) کہا جاتا ہے وہ صرف واقعات حسّی کی تعمیمات (generalisations) ہیں۔ علم صرف "وقوف بالحواس" تک محدود ہے یہ میلان فکر یا عقل کے ذریعۂ علم حقیقت ہونے کی نسبت لا محدود بے یقینی کا موقف ہے۔ اس مُسلّمے سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ صرف "محسوس ہی حقیقت ہے" لیکن محسوس، موجود فی الخارج، جزوی مرکب، اضافی، زمانی مکانی یعنی حادث اور ممکن ہے لہٰذا موجود فی الخارج حقیقت ہے۔ ذہنی حقیقت نہیں، مرکب حقیقت ہے۔ بسیط حقیقت نہیں، زمانی و مکانی (حادث) حقیقت ہے، قدیم یعنی ورائے زمان و مکان حقیقت نہیں۔ ممکن حقیقت ہے، واجب حقیقت نہیں۔ حسیّت میں سچائی کا پہلو یہ تسلیم کرنے میں ہے کہ علم محسوسات تک محدود ہے۔ حسیّت میں اشکال یا غلطی یہ ہے کہ اس کی رو سے حقیقت کلیہ کا یقینی ہونا سمجھ میں نہیں آتا۔"[3]

حواس بطور ذریعہ علم کے حوالے سے علامہ اقبال مرحومؒ اپنے پہلے خطبے "نالج اینڈ ریلیجیئس ایکسپیرینس" میں علم بالحواس پر "افلاطون" کی تنقید نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"As a true disciple of Socrates Plato despised sense-perception which in his view, yielded mere opinion and no real knowledge"[4]

"سقراط کے ایک سچے شاگرد کی حیثیت سے افلاطون نے بھی حواسی ادراک کو بہ نظر تحقیر دیکھا جو اس کے خیال میں حقیقی علم کی بجائے محض ایک رائے کی بنیاد ہو سکتا ہے۔"[5]

۲۔ عقل بطورِ ذریعہ علم

حواس کے بعد علم کا ایک اہم ذریعہ عقل ہے، عقل سے کون سا علم حاصل ہوتا ہے؟ عقل کی فعالی اور انفعالی صورت میں اس کے کیا اثرات ہیں؟ اس حوالے سے پروفیسر سی۔اے قادر لکھتے ہیں:

"عقل سے خدا اور دیگر لازوال حقیقتوں کا علم ہوتا ہے یعنی عقل سے دانش آتی ہے نہ کہ اثباتی، تجربی علم۔ عقل دو طرح سے کام کرتی ہے۔ فعال عقل (Active Intellect) کی حیثیت سے یہ تمثالات (images) یعنی حواس کے تاثرات کو روشن کرتی ہے انفعالی عقل (Passive Intellect) کی حیثیت سے اس پر تجریدی اثرات پڑتے ہیں اور اس طرح تصورات کی تشکیل ہوتی ہے۔ عقل کو جزئیات کا علم براہ راست نہیں ہوتا۔ اپنے عمل پر اور تمثالات پر غور کرنے سے عقل کو جزئیات کا علم حاصل ہوتا ہے۔ کچھ (Sentiments) بنتے ہیں اور بالا خر سیرت جو در حقیقت عاطفوں کے منظم مجموعہ کا نام ہے، بنتی ہے۔"[6]

عقل انسان کو جانوروں سے ممیز کرتی ہے۔ انسانی علوم میں ترتیب اور ربط اسی کی بنا پر ہے۔ لیکن جب ہم اس بات کا جائزہ لینے کی کوشش کرتے ہیں کہ کیا محض عقل زندگی کے بنیادی مسائل کا حل بھی دریافت کر سکتی ہے؟ تو نتیجہ نفی کی صورت میں نکلتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عقل حصول علم کے لیے تنہا کافی نہیں۔ اس کو اپنے علاوہ اپنے سے کمتر چیزوں سے مدد لینی پڑتی ہے۔ کسی ایسی چیز تک پہنچنے کے لیے جس کو وہ ابھی تک نہیں جانتی، ان معلومات سے کام لینا پڑتا ہے جو اس کو پہلے سے حاصل ہوتی ہیں۔ عقل کا سارا انحصار حواس پر ہے۔ پس جہاں حواس کام نہ کرتے ہوں وہاں عقل اسی طرح بے بس ہوتی ہے جیسے مکھی پروں کے بغیر۔ اِسی حوالے سے علامہ نے عقل کی نارسائی کو بیان کیا ہے:

ے　گذر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے[7]

۳۔ وجدان بطورِ ذریعہ علم

وجدان یا اشراق، سے مراد وہ مفروضہ، حق بینی ہے جو حواس اور عقل کی مدد کے بغیر عالم ثانی اور غیبی حقیقتوں کے علم کا ذریعہ ہے۔ وہ لوگ جو اس ذریعے کی صحت پر ایمان رکھتے ہیں ان کے نزدیک حسی مشاہدہ اور عقلی استدلال اس نور باطن

کے حق میں زہر قاتل ہے۔ صداقت کے یقینی حصول کے لیے شرط ہے کہ تزکیہ نفس کیا جائے اور ان کی نگاہ میں تزکیہ نفس نام ہے ترک دنیا، نفس کشی، ریاضت اور مراقبہ کا۔

وجدان بطورِ ذریعہ علم کے حوالے سے جاوید اقبال ندیم رقمطراز ہیں:

> ”عقلی تجربات سے گزر کر انسان ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں عقل و خرد ساتھ نہیں دیتے لیکن وہ مزید کچھ جاننے کی خواہش رکھتا ہے۔ چھٹی حس کی اصطلاح اسی مرحلے کے لیے استعمال کی جاتی ہے کہ انسان حواس خمسہ سے آگے جا کر بعض فیصلے کرتا ہے۔ فلسفی، مفکر، سائنس دان، شاعر اور ادیب وجدان ہی کی مدد سے فوری نتیجہ نکالتے ہیں۔ ہم روزمرہ زندگی میں اچھے یا بُرے کا انتخاب یا فیصلہ وجدانی کیفیت ہی میں کرتے ہیں۔ جج کسی مقدمہ کا صحیح فیصلہ وجدان سے ہی کرتا ہے۔ یہ ذریعہ علم انسان کو زندگی میں مختلف النوع حقیقتوں کو جاننے میں مدد دیتا ہے۔ سقراط کا کہنا تھا کہ مجھے ایک خاص قسم کی طاقت کنٹرول کرتی ہے۔ یہ یقیناً وجدانی کیفیت ہی ہے۔ وجدانی تجربہ چونکہ ذاتی ہوتا ہے اس لیے کوئی دوسرا کسی کا تجربہ سمجھ یا جان نہیں سکتا۔ صوفی بے حد محنت و ریاضت سے اس مقام پر پہنچتا ہے۔ لیکن وہ بھی جو کچھ حاصل کرتا ہے اس طرح آگے بیان نہیں کر سکتا۔ صوفی وجدانی تجربہ میں انتہائی حد تک پہنچتا ہے اور پھر آگے نکل جاتا ہے۔ وجدانی تجربہ انسان کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیتا ہے۔ اس کی حسّی تجربہ کی طرح تصدیق نہیں ہو سکتی۔“[8]

وجدان بطورِ ذریعہ علم کا نقص کیا ہے؟ اور وحی بطورِ ذریعہ علم کا کمال کیا ہے؟ اس حوالے سے ڈاکٹر برھان احمد فاروقی رقمطراز ہیں:

> ”اس کا یہ بھی نقص ہے کہ وجدان، ماورائی حقائق کے علم کا ذریعہ نہیں ہو سکتا اور انسان ناقابل مشاہدہ حقائق کے علم کی طلب سے دست بردار نہیں ہو سکتا۔ انسان چاہتا ہے کہ علمی استعداد کے ناقص ہونے کے باوجود اسے حقیقت 'کماہی' کا علم حاصل ہو، آخرت کی زندگی ہو' اعمال کے نتائج مترتب ہو کر رہیں، اس کی سب روحانی تمنائیں پوری ہو کر رہیں، خدا ہو اور اسے خدا سے قرب حاصل ہو۔ ان تقاضوں کے تحت اس کی روح کی گہرائی سے ایک پکار اٹھتی ہے کہ کاش! خدا ہو' جو اپنے ہونے کا، اپنی صفات کا، اپنی مدد کا، اپنی ہدایت کا، اپنے فضل کا یقین انسان کو خود دلا دے' اس کی شرط 'رسالت اور وحی ہے۔ اس لیے وحی ذریعۂ علم ہے اور وحی کی حیثیت اس ارادۂ الٰہی کے مظہر کی ہے جو انسانی استعدادوں کے نقص اور اس کی فطرت کی کوتاہیوں کی تلافی کرنا چاہتا ہے۔ وحی وھبِ خالص اور فضلِ محض ہے، انسانی استعداد نہیں ہے۔“ [9]

۴۔ وحی بطورِ ذریعہ علم

حواس، عقل اور وجدان کے بعد علم کا حتمی ذریعہ وحی الٰہی ہے، علم کے اِس ذریعے کو قدرے تفصیلاً بیان کیا جاتا ہے۔

(i) وحی کا لغوی معنی:

معروف لغت دان علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی (م ۱۲۰۵ھ) وحی کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وحی کا معنی ہے: اشارہ کرنا، لکھنا، لکھا ہوا، پیغام پہنچانا، کلام خفی، ہر وہ چیز جس کو تم اپنے غیر کی طرف پہنچاؤ، یہ اس لفظ کا اصل معنی ہے، پھر یہ الہام کے معنی میں منحصر ہو گیا۔'' [10]

(ii) وحی کا اصطلاحی معنی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی (م ۸۵۵ھ) وحی کا اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

هُوَكَلامُ اللهِ المُنَزَّل عَلٰی نَبِیٍ مِنْ اَنْبِیَائِہٖ۔[11]

''وحی وہ کلام ہے جو اللہ تعالیٰ کے انبیاء میں سے کسی نبی پر نازل کیا گیا ہے۔''

(iii) نزولِ وحی کی صورتیں اور اقسام

قرآن مجید میں 'سورۃ شوریٰ' میں اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ کیسے اللہ تعالیٰ انسانوں سے ہم کلام ہوتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ۔[12]

''اور ہر بشر کی (یہ) مجال نہیں کہ اللہ اس سے (براہ راست) کلام کرے مگر یہ کہ وحی کے ذریعے (کسی کو شان نبوت سے سرفراز فرمادے) یا پردے کے پیچھے سے (بات کرے جیسے موسیٰ (علیہ السلام) سے طور سینا پر کی) یا کسی فرشتے کو فرستادہ بنا کر بھیجے اور وہ اس کے اذن سے جو اللہ چاہے وحی کرے، بیشک وہ بلند مرتبہ بڑی حکمت والا ہے''

پہلا طریقہ:

درج بالا آیت سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے اگر کسی سے خطاب کرتا ہے تو تین طریقوں سے خطاب کرتا ہے۔ پہلا طریقہ وحی کا ہے وحی سے مراد دل میں بات ڈال دینے کے ہیں۔ اسی کو احادیث میں ''القاء فی الروع یا نفث فی الروع'' سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کے دل پر اپنا کلام القاء فرمادیتا ہے اور پیغمبر اس کو محفوظ کرلیتا ہے۔ وحی کی اس صورت کو لے کر بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ قرآن مجید بھی اِسی صورت میں نازل ہوا ہے یعنی الفاظ کی صورت میں نہیں بلکہ خیالات کی صورت میں، جیسے علامہ اقبال مرحوم سے ایف سی کالج کے پرنسپل نے بھی سوال کیا تھا؟ تو علامہ نے جواب دیا تھا کہ مجھ جیسے عام اُمتی پر اشعار الفاظ کی صورت میں الہام ہوتے ہیں جبکہ وہ تو سید الانبیاء ﷺ ہیں، اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے مولانا امین احسن اصلاحی رقمطراز ہیں:

"الفاظ سے یہ بات نکلتی ہے کہ یہ چیز مجرد فکر یا خیال کی شکل میں نہیں بلکہ کلام کی شکل میں نازل ہوتی ہے جس کو نبی سنتا بھی ہے سمجھتا بھی ہے اور اس کو محفوظ بھی کر لیتا ہے۔ یہاں یہ بات خاص طور پر نگاہ میں رکھنے کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نبیوں سے اپنے کلام کا طریقہ بتایا ہے اس وجہ سے ہمارے نزدیک ان لوگوں کا خیال صحیح نہیں ہے جو کہتے ہیں کہ وحی مجرد فکر کی شکل میں دل پر القاء ہوتی ہے جس کو الفاظ کا جامہ پیغمبر پہناتا ہے۔"[13]

دوسرا طریقہ:

"او من ورآی حجاب" دوسرا طریقہ ہے، کہ وہ پردے کی اوٹ سے بات کرتا ہے۔ یعنی پیغمبر اللہ کا کلام اور اس کی آواز تو سنتا ہے لیکن اس کو دیکھتا نہیں۔ اس کی مثال حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھ اللہ کا کلام و خطاب ہے۔

تیسرا طریقہ:

'او یرسل رسولا فیوحی باذنه مایشآء' وحی کا تیسرا طریقہ بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنا کوئی رسول یعنی فرشتہ بھیجتا ہے اور وہ فرشتہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے پیغمبر کے دل پر القاء کر دیتا ہے۔

(iv) حدیث کی روشنی میں وحی کی اقسام

علامہ بدرالدین عینی (م ۸۵۵ھ) نے وحی کی حسب ذیل اقسام اور صورتیں بیان کی ہیں:

"حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام قدیم کو سننا، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اور ہمارے نبی ﷺ کا کلام قدیم سننا، جیسا کہ احادیث صحیحہ میں ہے۔ (۱) فرشتے کے واسطہ سے وحی کا نازل ہونا۔ (۲) دل میں کسی معنی کا القاء کیا جانا۔ (۳) "صلصلۃ الجرس" (گھنٹی کی آواز) کی صورت میں وحی کا نازل ہونا۔ (۴) حضرت جبرائیل علیہ السلام کسی غیر معروف آدمی کی شکل میں آکر بات کریں، جیسے ایک اعرابی کی شکل میں آئے۔ (۵) حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی اصل شکل میں آئیں، جیسے حضرت جبرائیل چھ سو پَروں کے ساتھ آئے، جن سے یاقوت اور موتی جھڑ رہے تھے۔ (۶) حضرت جبرائیلؑ کسی معروف آدمی کی شکل میں آئیں، جیسے حضرت دحیہ کلبیؓ کی شکل میں آئے۔ (۷) اللہ تعالیٰ براہِ راست بیداری میں آپ ﷺ سے کلام ہو، جیسے شب معراج میں پردے کی اوٹ سے کلام فرمایا۔ (۸) اللہ تعالیٰ آپ سے نیند میں ہم کلام ہو، جیسے "جامع ترمذی" میں حدیث مرفوع ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اللہ عزوجل کو بہت حسین صورت میں دیکھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ملأ اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ (۹) نبی ﷺ کو خواب میں کوئی واقعہ دکھایا جائے، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں۔"[14]

(v) علم بالوحی سے پیغمبر کا تعلق

وحی الٰہی روشنی اور نور کا منبع ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی انسان کے لیے منصب نبوت کا انتخاب کرتا ہے تو اس کے قلب، ضمیر اور وجدان کو اپنے نور سے منور کر دیتا ہے۔ وحی انسان کا ذاتی کمال نہیں اللہ کا انتخاب ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَنُوۡحًا وَّاٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ وَاٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ۔[15]

''بیشک اللہ نے آدم (علیہ السلام) کو اور نوح (علیہ السلام) کو اور آلِ ابراہیم کو اور آلِ عمران کو سب جہان والوں پر (بزرگی میں) منتخب فرمالیا''

وحی کا خود پیغمبر کی ذات پر کس طرح اثر ہوتا ہے۔اس حوالے سے مولانا حنیف ندوی لکھتے ہیں:

''پیغمبر کے یہ معنی نہیں کہ وحی والہام کی روشنی سے خود بیگانہ رہتا ہے یا اس منصب سے اس کی اپنی زندگی متاثر نہیں ہو پاتی۔ وحی تعلیم ہی نہیں تربیت بھی ہے، ابلاغ ہی نہیں عمل بھی ہے۔ اسی طرح اس کو صرف پیغام ہی نہیں کہہ سکتے، اس کو خیر وجمال کی اداؤں کی دل نوازی عطا کرنے والی ایک ہمہ جہت قوت سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔ اس سے صرف پیغمبر کا نہاں خانۂ عمل ہی مستنیر نہیں ہوتا، اس کے ساتھ سیرت اور روزمرہ معمولات کا ہر گوشہ بھی جگمگا اٹھتا ہے، اس سے پیغمبر روشنی اور زندگی کے حقیقی راز سے آشنائی حاصل کرتا ہے اور اس نکتہ سے آگاہ ہوتا ہے کہ ایک کمزور اور ضعیف وناتواں انسان توفیقِ الٰہی کی دست گیری سے کیونکر گناہ، شر اور برائی پر فتح حاصل کر سکتا ہے اور ایک گناہ گار اور مجرم معاشرے کو کس طرح تقویٰ اور پاکبازی کی راہ پر ڈال دینے کی استطاعت سے بہرہ مند ہوتا ہے۔'' [16]

(vi) علم بالوحی سے انسان کا تعلق

وحی ایک وہبی ذریعہ علم ہے۔ اس ذریعہ علم میں تین ذوات کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ، جبرئیل علیہ السلام اور محمد رسول اللہ ﷺ۔ ''صاحب علم'' ذات حق ہے، ''طالب علم'' انسان ہے اور ان دونوں کے مابین ''مرسل علم'' جبرئیل اور رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ''وحی'' کے جس مفہوم کو ذریعہ علم کے طور پر یہاں موضوع بحث بنایا جارہا ہے اس کے وجود کا انحصار مذکورہ تین ذوات کے بغیر ناممکن ہے۔ علم بالوحی اور انسان کے تعلق کو بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر خضر یسین رقمطراز ہیں:

''انسان علم بالوحی کا نہ خالق ہے، نہ جاعل اور نہ ہی ''کاسب'' ہے۔ علم بالوحی ''علم اللہ'' ہے، ایک ایسا علم ہے جس کی نسبت انسان یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کے ذاتی شعور کی پیداوار ہے یا وہ جب چاہے اس ذریعہ علم کو استعمال میں لا کر وہ ''علم اللہ'' حاصل کر سکتا ہے۔ ''وحی'' بطور ذریعہ علم انسان کے شعور میں خود بخود نہیں اگ پڑتی، انسان اس علم کا وصول کنندہ ہے، یہ انسانی اختیار سے باہر ہے کہ اس ذریعے کو اپنی مرضی کے مطابق کام میں لائے، یہ ذریعہ ایک دوسری ذات کے اختیار میں ہے، جب وہ ذات اپنے اختیار سے انسان کو اپنے علم سے نوازنے کا ارادہ کرتی ہے تو انسان بالکل منفعل حالت میں اس ذریعے کے سامنے اپنے آپ کو مقہور پاتا ہے، وہ دوسری ذات پاک نہ چاہیے تو انسان اپنی کسی استعداد سے اس علم تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔'' [17]

4-وحی اور دیگر ذرائع علوم

وحی کے لغوی معنی، اصطلاحی معنی، علوم میں جداگانہ حیثیت، انبیاء اور عام انسانوں کا علم بالوحی سے تعلق کے بعد یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ وحی دیگر ذرائع علم کے لیے کس قدر مفید، راہنما اور بطور ذریعہ علم ترجیح کی حامل ہے۔

(ا) وحی عقل کی تطہیر کا ذریعہ

تطہیر و تزکیہ کا مطلب یہ ہے کہ انسانی عقل ویسے تو بہت بڑی نعمت ہے، لیکن اِسے استعمال تو انسان ہی کرے گا۔ وہ اِسے صحیح مقاصد کے لیے استعمال کرے یا غلط مقاصد کے لیے اسی عقل سے انسان صحیح نظریات اور مقدمات بھی قائم کرتا ہے اور غلط بھی۔ عقل مرعوب بھی ہوتی ہے اور مصلحت اندیش بھی۔ انسان کی اپنی ضروریات اور تقاضے ہیں وہ جانتا ہے کہ عقل کا حق کیا ہے؟ لیکن اپنی مصلحت اندیشی کی وجہ سے جان بوجھ کر عقل کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اس کے لیے الگ منطق پیدا کردے تو وہ پیدا کر دیتی ہے۔ وحی عقل کے پیدا کردہ غلط منطقی مقدمات کی تطہیر کرتی ہے۔ وحی واضح کرتی ہے کہ کہاں منطقی مقدمات کا صغریٰ کبریٰ درست نہیں۔

(۲) وحی عقل کی تربیت کا ذریعہ

تربیت کا مطلب یہ ہے کہ وحی انسان کو اس قابل بنادیتی ہے کہ جن دائروں کے اندر انسان کو اپنی عقل کے اوپر چھوڑا گیا ہے عقل ان میں بھٹکنے نہ پائے۔ اس لیے وحی زندگی کے ہر شعبے میں چاروں گوشے (Four Corners) معین کر دیتی ہے اور کہتی ہے کہ ان کے اندر اپنی توانائی صرف کرو۔ یہ اصول عقل کے محکم اور قطعی اصول ہوتے ہیں۔ ان میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہوتی۔ ان کے دائروں کے اندر رہ کر عقل جتنی کوشش کرتی ہے، جتنا اجتہاد کرتی ہے، جتنا سوچتی ہے، جتنا فکر کا ذخیرہ پیدا کرتی ہے اس میں کسی گمراہی کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ اس تربیت کے نتیجہ میں عقل اجتہاد کی تمام مہمات کو سر کر لیتی ہے۔ اگر وہ کسی خطرہ سے دوچار ہوتی ہے تو وحی کے نشاناتِ راہ اس کو سگنل دے کر متنبہ کر دیتے ہیں کہ یہاں تم غلطی پر ہو اور تمہیں فلاں سمت میں جانا ہے۔

(۳) وحی عقل کی تکمیل کا ذریعہ

تکمیل کا مطلب یہ ہے کہ عقل چونکہ انسان کا اعلیٰ جوہر اور اس کی اصلی صفت ہے، اس لیے یہ تمام بڑے حقائق کے دروازوں پر دستک تو دے دیتی ہے لیکن دروازوں کو کھول کر ان کے اندر کے تمام اسرار سے واقف ہونا اس کے بس میں نہیں ہوتا۔ وحی ان دروازوں کو کھول کر ان کے اندر کی بھی سیر کرا دیتی ہے۔ اس حوالے سے مولانا امین احسن اصلاحی رقمطراز ہیں:

"اگر یہ مان لیا جائے تو انسان کی حیثیت بالکل ایک شتر بے مہار کی ہو جاتی ہے کہ پیدا ہوا تو اس لیے کہ کھائے پیے، کھیلے کودے، شرارتیں کرے، بد معاشیاں کرے اور اس کے بعد ایک دن فنا ہو جائے۔ دنیا کے حکیم اور مدبر خالق سے ایسی ظالمانہ حرکت نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا دنیا بازیچہ اطفال نہیں ہے۔ اس دنیا کی زندگی کے بعد دوسری زندگی لازم ہے جس میں ضروری ہے کہ انصاف ہو اور جزا و سزا ہو۔ یہاں تک عقل آدمی کو پہنچا دیتی ہے، لیکن روز انصاف کس شکل کا ہوگا، اس دن کیا ہوگا، کن کن کی گواہیاں ہوں گی، بروں کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اور اچھوں کو کیا جزا دی جائے گی، یہ ساری تفصیلات وحی کے بتانے کی ہیں۔ وحی کے اسی کام کو میں نے عقل کی تکمیل سے تعبیر کیا ہے۔"[18]

(۴) وحی نور فطرت کے کمال کا ذریعہ

وحی نور فطرت کو کامل کر دیتی ہے۔ فطرت کے اس نور کا قائل تو ارسطو بھی ہے۔ وہ اس کو شعلہ یزدانی (Divine Spark) سے تعبیر کرتا ہے۔ خیر و شر میں امتیاز کے لیے انسان کے پاس یہی روشنی ہے لیکن اس میں بھی وہی کمزوری ہے جو عقل میں ہے۔ انسان کو چونکہ اختیار حاصل ہے اس لیے وہ چاہے تو اپنی فطرت کو بگاڑ بھی سکتا ہے۔ اس چیز کو نبی کریم ﷺ نے یوں واضح فرمایا:

مَامِنْ مَولُودٍ الَّا یُولَدُ عَلی الفِطْرَۃَ فَاَبَواہُ یُھُوَّ دَانِہٖ ویُنَصِّرانِہٖ ۔[19]

"ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے والدین اس کو یہودی یا نصرانی بنا دیتے ہیں۔"

معلوم ہوا کہ ہر بچہ فطرت ابراہیمی پر پیدا ہوتا ہے لیکن سوسائٹی، ماحول، معاشرہ، درس گاہیں، ٹی وی، ریڈیو، اداکار مل کر فطرت ابراہیمی پر پیدا ہونے والے اس بچے کو شیطان بنا دیتے ہیں۔ پس فطرت کا نور بہت بڑی نعمت ہے لیکن وہ بھی بڑے نرغے میں ہے۔ وحی اس نور کو نور کامل بنا دیتی ہے کہ پھر اس کی روشنی ایک وسیع دائرے میں خیر و شر کے تمام اصولوں کو معین کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔

(۵) وحی انسان پر حجت

وحی انسانوں کے اوپر حجت تمام کر دیتی ہے۔ خداوند تعالیٰ نے انسان کو جو عقل دی ہے اور فطرت کی جتنی روشنی سے نوازا ہے اس کی بناء پر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن چاہے تو اس سے سوال کر سکتا ہے اور اس کو سزا و جزا بھی دے سکتا ہے۔ قرآن مجید نے بہت وضاحت سے یہ بیان کیا ہے کہ ہم نے اپنا آخری رسول اس لیے بھیجا کہ قیامت کے دن کوئی عذر باقی نہ رہ جائے۔ 'سورۃ النساء' میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

رُسُلاً مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّۃٌ م بَعْدَ الرُّسُلِ ط [20]

''اللہ نے رسولوں کو خوشخبری دینے والے اور ہوشیار کرنے والے بنا کر بھیجا تاکہ ان رسولوں کے بعد لوگوں کے لیے اللہ کے سامنے کوئی عذر باقی نہ رہ جائے''

(٦) وحی دیگر ذرائع علم کے لیے بطور میزان

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ وحی بطورِ ذریعہ علم سب سے زیادہ مستند ہے، نیز وحی کو دیگر ذرائع پر نہ صرف فوقیت ہے بلکہ وحی دیگر ذرائع علم کے لیے میزان کی حیثیت رکھتی ہے۔ دیگر ذرائع علم جہاں پر کسی کجی کا شکار ہوتے ہیں تو وحی ان کی راہنمائی بھی کرتی ہے اور ہاتھ سے پکڑ کر صراط مستقیم کی طرف لے جاتی ہے لیکن ایسا کیا ہوا کہ خود مسلمانوں کے ہاں مغربی فکر و فلسفہ کی وجہ سے وحی بطور ذریعہ علم ثانوی حیثیت اختیار کرتا چلا گیا۔ جدید تعلیم یافتہ حضرات کی تعداد میں روز افزوں اضافہ نظر آتا ہے جو دیگر ذرائع علم کے اسیر نظر آتے ہیں۔ وحی کے مقابلے میں عقل کو فوقیت دینے والے حضرات کا جواب عمومی طور پر روایتی انداز میں دیا گیا ہے، جس سے ان کی تشفی نہیں ہوتی۔ اس حوالے سے اہم بات یہ تھی کہ خلاف عقل اور ماورائے عقل کے فرق کو واضح کیا جاتا۔ خلاف عقل اور ماورائے عقل کے فرق کو واضح کرتے ہوئے بابر سلیمان رقمطراز ہیں:

> ''خلافِ عقل وہ چیز ہے جس کا ہونا عقل میں نہ آسکے۔ مثلاً ایک شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ زمین پر کھڑا ہو کر چاند کو ہاتھ لگا سکتا ہے، تو اس شخص کے دعویٰ کو ماننے کی بجائے فوری طور پر اُس شخص کی عقل پر غور کیا جائے گا کہ یہ شخص فاتر العقل ہے۔ یہ دعویٰ اتنا بدیہی اور خلافِ عقل ہے کہ کوئی سننے والا اس کی تصدیق اور تردید کے چکر میں بھی نہیں پڑے گا۔ یہ ہے خلافِ عقل کی مثال جو عقل میں آ ہی نہیں سکتی۔ مگر ہر وہ چیز جو عقل میں نہ آسکے اور عقل سمجھنے سے قاصر ہو، وہ خلافِ عقل نہیں ہوتی بلکہ ایسی تمام چیزیں یا واقعات جو عقل میں آتے تو نہ ہوں مگر عقل ان کو جاننے کے بجائے اپنے اندر ماننے کی صلاحیت پاتی ہو تو وہ تمام چیزیں خلافِ عقل نہیں بلکہ ماورائے عقل ہوتی ہیں۔''[21]

نیز اس کے ساتھ اس کا جواب دینے کے دو علمی طریقے اختیار کیے جا سکتے تھے۔ ایک تطبیق کا طریقہ جس کے مطابق مذہب، فلسفے اور سائنس کا میدان اور مقدمات ایک ہی ہیں، اس لیے کہ مذہب فلسفہ اور سائنس کا چیزوں کو دیکھنے کا طریقہ ہدف اور مقصد بھی ایک ہی ہے۔ اس لیے ان دونوں یا تینوں میں موافقت ہے اور جہاں اختلاف پایا جائے گا وہاں مذہب کو قبول کیا جائے گا اور جہاں تک سائنس اور فلسفے کا تعلق ہے اُسے رد کر دیا جائے گا۔ جہاں تک تفریق کا طریقہ ہے کہ فلسفے، سائنس اور مذہب کی اقالیم مختلف اور متضاد ہیں اور ان کے مقاصد اور اہداف بھی بالکل مختلف ہیں۔ فلسفہ اور سائنس جس طرح چیزوں کو دیکھتے ہیں اس طرح مذہب بالکل نہیں دیکھتا۔

فلسفہ چیزوں کی ماہیت کو سوالیہ بناتا ہے اور اپنی بات کا آغاز کیوں سے کرتا ہے؟ اور اس کیوں کے جواب کا متلاشی ہے۔ شعور کا جو شعبہ یہ واردات سرانجام دیتا ہے وہ عقلی شعور ہے۔ جب کہ سائنس جس واردات کو سرانجام دیتی ہے اس کا عنوان ''کیسے'' ہے جب کہ اس کا ہتھیار مشاہدہ اور تصدیق ہے۔ یہ بھی عقلی شعور کا موضوع ہے۔ جب کہ مذہب کا موضوع، اہداف اور ہتھیار صرف تصدیق اور استدلال ہے۔ مذہب براہِ راست اخلاقی شعور اور بالواسطہ جمالیاتی کو زیر بحث لاتا ہے۔ ان تینوں میں جو واحد مشترک چیز ہے وہ سوال کا اُٹھانا ہے اور اپنی واردات کا آغاز عقلی شعور سے کرنا ہے۔ اب سائنس اور فلسفہ تو کافی زیادہ اشتراک کے حامل ہیں اس لیے کہ سائنس کی ساری واردات عقلی شعور پر مشتمل ہے اور صرف اور صرف ''کیسے'' کے جواب کی متلاشی ہے۔ جب کہ فلسفہ ایک قدم اور ترقی کرتا ہے اور عقلی شعور کی مزید ترقی یافتہ سیڑھی جسے ''ذہانت'' کہتے ہیں پر جست لگا کر صرف ''کیوں'' کو اپنا موضوع بناتا ہے اور صرف اسی کے جواب کا متلاشی ہے۔ جب کہ مذہب انسان کے پورے شعور یعنی عقلی، اخلاقی، جمالیاتی کو بیک وقت مخاطب کرتا ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں سے مذہب تفریق کے میدان میں داخل ہوتا ہے۔ مذہب یہ بتاتا ہے کہ کچھ سوالات صرف اور صرف عقلی شعور کا موضوع ہونے چاہئیں۔ اسی طرح کچھ مسائل اخلاقی ہیں وہ صرف اور صرف اخلاقی شعور کا موضوع ہونے چاہئیں۔ اسی طرح کچھ سوالات اور مسائل جمالیاتی ہیں وہ صرف اور صرف جمالیاتی شعور کا موضوع ہونے چاہئیں۔ خلط مبحث یہاں پر ہوا کہ عقلی شعور کو اخلاقی مسائل کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا گیا، یہ ایسا ہی ہے جیسے توپ سے کوئی مکھی مارے، عقلی شعور بذاتِ خود بہت عظیم الشان ملکہ اور ایک مکمل صلاحیت ہے مگر جمالیاتی اور اخلاقی شعور کے مقابلے میں اس کی حیثیت ایک چوکیدار اور ماتحت کی ہے۔ ماتحت کو چوکیدار کا درجہ دے گیا۔ مسلمان دانشوروں نے عمومی طور پر تفریق کے طریقے کی بجائے تطبیق کے طریقے کو اختیار کیا جس سے الجھنیں بڑھتی چلی گئیں۔ اس حوالے سے بابر سلیمان لکھتے ہیں:

> ''ہمارے چوٹی کے ان دو ابتدائی دانشوروں اور محسنوں شبلی اور سر سیّد نے ان مسائل کو حل کرنے کے لیے تفریق کی بجائے تطبیق کا میدان استعمال کیا۔ حضرت علامہ اقبال جیسا عبقری، فلسفی بھی انھی لوگوں سے متاثر ہو کر اس غلطی میں مبتلا ہو گئے۔ اور اپنے عظیم الشان ''خطبات'' کو انھی لوگوں کے طریقے پر تطبیق کے میدان میں اُتر کر ترتیب دیا ہے۔ اس کے باوجود کہ حضرت علامہ نے اس سلسلے میں شبلی اور سر سیّد کی طرح تطبیق کے میدان کو استعمال کیا ہے مگر یاد رہے کہ اس موضوع پر ہمارے بیسویں صدی کے مفکرین میں سے حضرت علامہ اقبال واحد مفکر ہیں جو تطبیق کے میدان کے غلط انتخاب کے باوجود اس دریا کو عبور کرنے میں پوری صلاحیت فکر کے ساتھ پار اُترے ہیں اور جو اس غلط میدان کے انتخاب کی وجہ سے آپ کے دامن چند چھینٹیں پڑیں تھیں، حضرت نے اس تجربے سے گزرنے کے بعد ان چھینٹوں کو بھی جھاڑ دیا''[22]

5- فکرِ اقبال اور وحی قرآنی

علامہ اپنے انگریزی کے خطبات میں سے پہلے خطبے 'نالج اینڈ ریلیجیئس ایکسپیرینس'، علم بالحواس اور علم بالوحی میں ایک سوال اٹھاتے ہیں کہ کیا فلسفے کے خالص عقلی طریقے کا اطلاق مذہب پر کیا جا سکتا ہے؟ علامہ کے بقول:

"Is it then possible to apply the purely rational method of philosophy to religion? The spirit of philosophy is one of free inquiry. It suspects all authority. Its function is to trace the uncritical assumptions of human thought to their hiding places, and in this pursuit it may finally end in denial or a frank admission of the incapacity of pure reason to reach the Ultimate Reality. The essence of religion, on the other hand, is faith; and faith, like the bird, sees its "trackless way" unattended by intellect which, in the words of the great mystic poet of Islam, "only waylays the living heart of man and robs it of the invisible wealth of life that lies within."[23]

''اب یہ سوال بڑا اہم ہے کی کیا فلسفے کے خالص عقلی طریق کا اطلاق مذہب پر کیا جا سکتا ہے۔ فلسفے کی روح آزادانہ تحقیق ہے۔ وہ ہر حکم اور دعوے پر شک کرتا ہے۔ یہ اس کا وظیفہ ہے کہ وہ انسانی فکر کے بلا تنقید قبول کیے گئے مفروضات کے چھپے ہوئے گوشوں کا سراغ لگائے۔ اس تجسس کا بالآخر انجام چاہے انکار میں ہو یا اس بر ملا اعتراف میں کہ عقلِ خالص کی حقیقتِ مطلقہ تک رسائی ممکن نہیں۔ دوسری طرف مذہب کا جوہر ایمان ہے اور ایمان اس پرندے کی مانند ہے جو اپنا انجانا راستہ عقل کی مدد کے بغیر پا لیتا ہے۔ اسلام کے ایک بہت بڑے صوفی کے الفاظ میں عقل تو انسان کے دل میں گھات لگائے رہتی ہے تاکہ وہ زندگی کی اس ان دیکھی دولت کو لوٹ لے جو اس کی اندر ودیعت کی گئی ہے۔''[24]

علامہ جہاں پر ایسی عقل کی تنقیص کرتے ہیں جو صاحب ایمان سے ایمان چھین لے وہاں پر ایسی عقل کی تعریف بھی کرتے ہیں جو نورانیت کی حامل ہے۔ نورانی عقل سے ایمان کی توجیہ ہو سکتی ہے۔ علامہ پروفیسر وائیٹ ہیڈ سے اتفاق کرتے ہیں کہ ایمان کے تمام عہد عقلیت کے عہد ہیں تاہم وہ یہ بھی کہتے ہیں:

''مگر ایمان کی عقلی توجیہہ کا مفہوم یہ نہیں کہ ہم مذہب پر فلسفے کی برتری کو تسلیم کر لیں۔ فلسفہ بلاشبہ مذہب کا جائزہ لے سکتا ہے مگر جس کا جائزہ لیا جانا ہے اس کی نوعیت ایسی ہے کہ وہ خود اپنی متعین کردہ شرائط پر ہی فلسفے کا یہ حق تسلیم کر سکتا ہے۔ مذہب کا تجزیہ کرتے وقت فلسفہ، مذہب کو اپنے دائرہ بحث میں کم تر مقام پر نہیں رکھ سکتا۔ مذہب کسی ایک شعبے تک محدود نہیں' یہ نری فکر نہیں ہے۔ یہ نرا احساس بھی نہیں اور نہ محض عمل، یہ پورے انسان کا پورا اظہار ہے۔ لہٰذا مذہب کی قدر کا تعین کرتے وقت فلسفہ کو لازمی طور پر اس کی مرکزی حیثیت پیش نظر رکھنی چاہئے۔ فکر کی ترکیبی عمل میں اس کی مرکزیت کے اعتراف کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اور اس کی

بھی کوئی وجہ نہیں کہ ہم یہ فرض کر لیں کہ فکر اور وجدان (وحی) لازمی طور پر ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ یہ ایک ہی جڑ سے پھوٹتے ہیں اور ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ ایک حقیقت کو جزوی طور پر دیکھتا ہے اور دوسرا اس کا کلی لحاظ سے مشاہدہ کرتا ہے۔ ایک حقیقت کا لازمانی اور دوسرا زمانی پہلو پیش نظر رکھتا ہے۔"[25]

اقبال کے نزدیک وحی سے حاصل شدہ علم حقیقت کی کلی تعبیر ہے۔ جبکہ حواس، عقل اور وجدان علم کے ذرائع ہونے کے باوجود حقیقت کی جزوی تعبیر ہے۔ علامہ کی شاعری سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک عقل سے حاصل شدہ علم میں حضوری نہیں۔ علامہ کے نزدیک اس کی مثال ایسی جنت کی سی ہے جس میں حور نہ ہو۔ اور پھر ایسی عقل جو اللہ تعالیٰ کے راستے سے دور کر دے تو اس کو وہ ابو لہب کی عقل کہتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں وحی سے حاصل شدہ ایمان کو عشق سے تعبیر کرتے ہیں۔

تازہ مرے ضمیر میں معرکہ کہن ہوا
عشق تمام مصطفیٰ، عقل تمام بو لہب[26]

6- خلاصہ بحث

درج بالا بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ وحی، علوم کے دیگر تمام ذرائع، تاریخ، حواس، وجدان اور عقل سے زیادہ مستند ذریعہ علم ہے۔ دیگر ذرائع علم کی نفی کرنا مقصود نہیں بلکہ ان کی محدودیت کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ دیگر تمام ذرائع علم، علم کا جزوی تصور پیش کرتے ہیں جبکہ وحی علم کی کلیت کا بیان ہے۔ علامہ مرحوم کے ہاں حواس، وجدان اور عقل جب وحی کے معاون کے طور پر کام کریں تو علامہ ان کی تعریف کرتے ہیں مگر جب یہ وحی کی نفی کی کوشش کرتے ہیں تو علامہ ان پر تنقید کرتے ہیں، بالخصوص علامہ عقل کو نورانی اور ظلمانی یا نظری اور حضوری میں تقسیم کرتے ہیں۔ وہ عقل نورانی اور حضوری کی تعریف کرتے ہیں۔ علامہ عقل کی اس حیثیت کو انسان کے باطن میں نور قرار دیتے ہیں جو اس کے لیے حضور تک رسائی کے پل کی حیثیت رکھتا ہے۔

حوالہ جات و حواشی

[1] اصفہانی، امام راغب، **مفردات القرآن** (ترجمہ محمد عبدہٗ فروز پوری) شیخ شمس الحق، اقبال ٹاؤن، لاہور، ۱۹۸۶ء، ج۲، ص۷۱۷

Asfahani, Imam Raghib, *"Mufradat-ul-Quran"*, Translated by: Mohammad Abdohu' Ferozpuri, Shams-ul-Haq, Iqbal Town Lahore, 1986, Vol.2, p.717

[2] دہلوی، محمد ایوب، مولانا، "**خطباتِ ایوبی**"، سہ ماہی "**جی**"، جنوری تا مارچ ۲۰۱۱، تایا سنز پرنٹرز، لاہور، ص۲۷۔۲۸

Dehlvi, Muhammad Ayub, Moulana, *"Khutbat-e-Ayubi"*, Sehmahi *"Ji"*, January to March 2011, Taya sons printers, Lahore, p.27-28

[3] فاروقی، برھان احمد، ڈاکٹر، **''قرآن اور مسلمانوں کے زندہ مسائل''**، اِدارۂ ثقافتِ اسلامیہ، ۲۔کلب روڈ، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص ۶۳۔۶۴

Farooqui, Burhan Ahmad, Dr. *''Quran aur Musalmanon ky zinda masail''*, Idara-e-Saqafat-e-Islamia, Lahore, 2014, p.23-24

[4.] Muhammad Iqbal, Dr, *''The Reconstruction of Religious Thought in Islam''*, Iqbal Academy Pakistan, Lahore, 2019, p.3

[5] محمد اقبال، علامہ، **''تجدید فکریات اسلام''**(مترجم، ڈاکٹر وحید عشرت)، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۲۱ء، ص

Muhammad Iqbal, Alama, *''Tajdid-e-Fikriyat-e-Islam''* (Translated by: Dr. Waheed Ishrat), Iqbal Ikadmi Pakistan, Lahore, 2021, p.

[6] پروفیسر سی۔اے قادر، اکرام رانا، **''کشاف اصطلاحاتِ فلسفہ''**، بزم اقبال، لاہور، ص ۲۳۲۔۲۳۳

Prof. C.A Qadir, Ikram Rana, *''Kashaf Istalahaat-e-Falsafa''*, Bazm-e-Iqbal, Lahore, p.232-233

[7] محمد اقبال، علامہ، **''کلیات اقبال اُردو (بال جبریل)''**، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۱۸ء، ص ۴۰۹

Muhammad Iqbal, *''Kuliyaat-e-Iqbal Urdu (Bal-e-Jibril)''*, Iqbal Ikadmi Pakistan, 2018, p.409

[8] جاوید اقبال ندیم، **''مبادیاتِ فلسفہ''**، پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور، ص ۴۲

Javed Iqbal Nadeem, *''Mubadiyaat-e-Falsafa''*, Punjab Text Book Board, Lahore, p.42

[9] فاروقی، برھان احمد، ڈاکٹر، **''قرآن اور مسلمانوں کے زندہ مسائل''**، اِدارۂ ثقافتِ اسلامیہ، ۲۔کلب روڈ، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص ۴۷

Farooqui, Burhan Ahmad, Dr. *''Quran aur Musalmanon ky zinda masail''*, Idara-e-Saqafat-e-Islamia, 2-Club Road, Lahore, 2014, p.47

[10] زبیدی، محمد مرتضیٰ، علامہ، **''تاج العروس''**، المطبعۃ الخیریہ، مصر، ۱۳۰۶ھ، ج ۱۰، ص ۳۸۵

Zubaidi, Mohammad Murtaza, Allama, *''Taj-ul-Aroos''*, Al-Matba-tul-khairiya, Egypt, 1306 Hijri, vol-10, p.385

[11] عینی، بدرالدین، علامہ، **''عمدۃ القاری''**، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ، ج ۱، ص ۳۹

Aini, Badr-ud-din, Allama, *''Umda-tul-Qari''*, Dar-ul-Kutb-ul-Ilmiya, Bairut, 1421 Hijri, vol-1, p.39

[12] الشوریٰ، ۴۲:۵۱

Al-Shura,42: 51

[13] اصلاحی، امین احسن، **''تدبر قرآن''**، فاران فاؤنڈیشن، ۲۰۰۶ء، ایبٹ روڈ، لاہور، ج ۷، ص ۱۹۱

Islahi, Amen Ahsan, *''Tadabur-e-Quran''*, Faran Foundation, 2006, Aibat Abad Rd, Lhr, 2006, vol-7, p.191

[14] عینی، بدرالدین، علامہ، **''عمدۃ القاری''**، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ، ج ۱، ص ۷۹۔۷۸

Aini, Badr-ud-din, Allama, *''Umda-tul-Qari''*, Dar-ul-Kutb-ul-Ilmiya, Bairut, 1421 Hijri, vol-1, p.78-79

[15] آل عمران، ۳:۳۳

Aal-e-Imran,3: 33

[16] ندوی، محمد حنیف، مولانا، **"مطالعہ قرآن"**، ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ لاہور، ص ۱۲-۱۳

Nadvi, Mohammad Hanif, Moulana, *"Mutalea-Quran"*, Idara Saqafat-e-Islamiya, Club Road Lahore, p.12-13

[17] خضر یاسین، ڈاکٹر، **علم تفسیر تنقید و تنقیح**، علم و عرفان پبلشرز، اُردو بازار لاہور، ۲۰۲۱ء، ص ۸۱

Khizr Yaseen, Dr, *"Ilm-e-Tafseer Tanqid-o-Tanqih"*, Ilm-o-Irfan Publications, Urdu Bazaar Lahore, 2021, p.81

[18] اصلاحی، امین احسن، مولانا، **"فلسفے کے بنیادی مسائل"**، فاران فاؤنڈیشن، ۲۰۱۳ء، ص ۲۳۰، ۲۲۹۔

Islahi, Amen Ahsan, *"Falsafe ky Buniadi Masail"*, Faran Foundation, 2013, p.229, 230

[19] بخاری، محمد بن اسماعیل، **"الجامع الصحیح"**، کتاب القدر، شبیر برادرز، ۲۰۰۷ء، ج ۳، ص ۴۴۱

Bukhari, Mohammad bin Ismail, *"Al-Jamia-us-Sahih"*, Kitab Al-Qadr, Shabbir Brothers, 2007, vol-3, p.441

[20] النساء، ۴: ۱۶۵

Al-Nisa,4: 165

[21] بابر سلیمان، **"علم وحی اور سائنس کے حدود و قیود"**، تایا اینڈ سنز، لاہور، ص ۲۸-۲۹

Babar Sulman, *"Ilm-e-Wahi aur Science ky Hadud-o-Qayud"*, Taya and Sons, Lahore, p.28-29

[22] بابر سلیمان، **"علم وحی اور سائنس کے حدود و قیود"**، تایا اینڈ سنز، لاہور، ص ۱۴

Babar Sulman, *"Ilm-e-Wahi aur Science ky Hadud-o-Qayud"*, Taya and Sons, Lahore, p.14
[23]. Muhammad Iqbal, Dr, *"The Reconstruction of Religious Thought in Islam"*, Iqbal Academy Pakistan, Lahore, 2019, p.1

[24] محمد اقبال، علامہ، **"تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ"** (مترجم سید نذیر نیازی)، بزم اقبال، لاہور، ۱۹۵۸ء، ص ۱۵-۱۶

Mohammad Iqbal, Allama, *"Tashkil-e-Jadid-e-Ilahiyaat-e-Islamia"* (Translated by: Syed Nazir Niazi), Bazm-e-Iqbal, Lahore, 1985, p.15-16

[25] ایضاً، ص ۱۶

Ibid: p.16

[26] محمد اقبال، علامہ، **"کلیات اقبال اُردو (بال جبریل)"**، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۱۸ء، ص ۴۴۲

Mohammad Iqbal, *"Kuliyaat-e-Iqbal Urdu (Bal-e-Jibril)"*, Iqbal Ikadmi Pakistan, 2018, p.442